U15960 F 23-1-10

itle - ISLAMI INQILAAB KI RAAH.

uthor - Abul Azhar Fazil Umri.

ublisher - Maktaba Mishkat Series (Hyderabad).

ate - 1948.

ages - 51

ubjects -

اسلامی انقلاب کی راہ

از

ابوالازہر فاضل عمری

ناشر
مکتبہ نشاۃ ثانیہ
معظم جاہی مارکٹ حیدرآباد دکن

قیمت ۸ر

اسلامی انقلاب کی راہ

ابوالازہر فاضل عمری

قیمت (۸/)

باراول ـــــ مئی ۱۹۴۸ء ـــــ تعداد ایکہزار

شائع کردہ

مکتبۂ نشاۃ ثانیہ چنچلگوڑہ حیدرآباد دکن

مطبوعہ

مطبع مکتبۂ ابراہیمیہ کیٹل منڈی حیدرآباد دکن

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامی انقلاب کی راہ

احیائے کتاب وسنت اور تجدید مذہب وملت کے ضروری وسائل

فَاِنْ کُنْتَ لَا تَدْرِیْ فَتِلْکَ مُصِیْبَۃٌ
وَاِنْ کُنْتَ تَدْرِیْ فَالْمُصِیْبَۃُ اَعْظَمُ

تاریخ عالم شاہد ہے کہ ابتدائے آفرینش سے دنیا میں جسقدر انقلابات اور اصلاحی و تعمیری تغیرات رونما ہوئے ہیں۔ ان سب کا انحصار صرف ان دو اصولوں پر رہا ہے۔ اولاً ایمان ثانیاً عمل۔ لہٰذا سب سے پہلے ان دونوں کی توضیح کر دینا نہایت ضروری ہے تاکہ بنی نوع انسان کی حقیقی اصلاح کے سب سے بڑے اور معرکۃ الآراء مسئلے یعنی "احیائے کتاب وسنت و تجدید مذہب وملت کے ضروری وسائل" کے مبادی اور طریق کار سمجھنے میں آسانی اور سہولت ہو۔ اور اس "مقدس دستور حیات" کی باریکیوں کو جاننے اور اس اہم عقدے کے حل کرنے میں الجھن باقی نہ رہے۔

اقوام و ملل اور ادیان و مذاہب کی تاریخ پر گہری نظر ڈالنے سے یہ حقیقت منکشف

ہو جاتی ہے کہ جب کوئی جماعت دنیا میں کوئی اصلاح و انقلاب کرنے کیلئے اٹھتی ہے۔ تو سب سے پہلے وہ اپنا ایک خاص عقیدہ اور خاص مقصد قرار دیتی ہے۔ جس پر اس پوری جماعت کا دلی ایمان ہوتا ہے اور اس مقصد سے اس کو ایک خاص اور نہایت گہری محبت ہوتی ہے یہاں تک کہ اس مقصد کے ساتھ اس کی وابستگی کی حالت عشق و جنون کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ پھر دوسرا مرحلہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے تمام افراد اجتماعی طور پر اپنے شاہ مقصود کو حاصل کرنے کیلئے میدان عمل میں کود پڑتے ہیں۔ اور اس راہ میں جماعت کے تمام افراد انفرادی و اجتماعی دونوں طریقوں سے ہر قسم کی قربانیاں پیش کرنے کیلئے ہر وقت سر بکف تیار رہتے ہیں یہاں تک کہ مسلسل اور لگاتار جدوجہد۔ ان تھک اور جان توڑ کوششوں کے بعد فتح و نصرت اس قابل احترام اور ترقی پسند جماعت کا استقبال کرتی ہے۔ اور ظفر و سعادت کا مبارک سہرا اس اولوالعزم جماعت کے سر باندھا جاتا ہے۔

یہی قانون قدرت ہے یہی اسلوب فطرت ہے
جو ہے راہ عمل میں گامزن محبوب فطرت ہے

ایمان اور عمل کا مفہوم | سب سے پہلے ہمیں اس حقیقت کو خوب ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ ایمان کیا چیز ہے اور عمل کس کو کہتے ہیں؟ ایمان دراصل انسان کا ایک ایسا بے نظیر اور محبوب ترین دلی مقصد ہے جس سے بڑھ کر دنیا و مافیہا کی کوئی چیز اس کی نظر میں حسین و قیمتی نہ ہو۔ اس شخص کی آنکھوں میں اپنے اس شاہ مقصود کے مقابلہ میں ساری دنیا ہیچ اور بے حقیقت معلوم ہو۔ اس کو وہ اپنا منتہائے غایت اپنا بہترین سرمایۂ حیات اپنا حقیقی نصب العین اور اپنا مایۂ ناز مطمح نظر تصور کرے غرضیکہ [illegible]

اس شخص کا اپنا مقصد زندگی اور لازمۂ حیات بن جائے۔ اس کے بغیر اس کو کسی پہلو چین نہ ہو۔ اور اس کو ذرہ بھر آرام اور سکون و طمانیت نہ ہو۔ اس کو ہر وقت اسی مقصد کی دھن ہو۔ اس کو لگن صرف اسی چیز کی ہو۔ اپنے مقصد کے حصول کے لئے وہ ہر لمحہ اور ہر لحظہ بیقرار ہو۔ اس کی ایک ایک حرکت اس کی تمام تر ریاضتیں۔ اس کی حیرت انگیز قربانیاں سب کچھ اسی کیلئے ہوں۔ وہ ہر قسم کے مصائب و مشکلات اور دلگداز صعوبتیں برداشت کرنے کیلئے تیار ہو جائے۔ مگر اپنے عزیز ترین مقصد کو ہاتھ سے دینے کے لئے ہرگز ہرگز رضامند نہ ہو۔ وہ اس راہ میں اپنے تن من دھن تک کی بازی لگا دینے کیلئے آمادہ ہو جائے۔ وہ خانماں برباد ہونے۔ شہر بدر اور جلا وطن ہونے کو خندہ پیشانی سے قبول کرلے۔ مگر اپنی متاع عزیز کو تباہ و برباد ہوتے ہوئے ہرگز ہرگز نہ دیکھ سکے اور اس پر کسی طرح آنچ نہ آنے دے۔ خواہ اس کی حفاظت کی خاطر اپنی متاع حیات اور جان عزیز ہی کو قربان کر دینے کا نازک ترین مرحلہ ہی اس کو کیوں نہ پیش آ جائے۔

دوسری اہم چیز عمل ہے یعنی اس مقصد زندگی کو حاصل کرنے کا صحیح طریق کار ہے جب کسی نے اپنا مقصد متعین کر لیا اور اس کی صحت و صداقت اور اس کے فضل و شرف پر اس کا پورا پورا ایمان ہے۔ اور اس کو یقین کلی ہے۔ کہ سارے جہان میں اگر کوئی چیز اس کی اپنی زندگی کی روح رواں ہے۔ تو صرف وہی ایک مقصد عزیز ہے تو اس کو حاصل کرنے کیلئے ان وسائل و اسباب سے کام لینا ہوگا۔ جو اس عزیز ترین متاع گراں مایہ کے شایان شان ہوں۔ اور وہ اس کے حصول کیلئے مبادی کی حیثیت رکھتے ہوں اور یہ

بدیہی امر ہے۔ کہ کسی مقصد اصلی کی نوعیت جس قدر اہم اور ارفع ہوگی۔ اسی مناسبت سے اس کے حصول کے وسائل و اسباب اور طریق کار بھی بلند اور پاکیزہ ہوں گے لہٰذا اچھے طریقے کا سمجھنا اور تلاش کرنا اور اس کو متعین کرنا اس قدر لازمی اور ضروری ہے کہ اس کے بغیر فوز و فلاح اور کامیابی ہرگز نصیب نہیں ہو سکتی۔ بنا بریں جو شخص اپنے عقیدے کا سچا اور ایمان کا پکا ہو۔ اس کو سب سے پہلے اپنا ٹھیک راستہ متعین کرنا ہوگا۔ تاکہ منزل مقصود تک پہنچے۔ ورنہ کامرانی کی امید ایک وہم و خیال اور خواب پریشان ثابت ہوگی۔

مذکورہ عبارت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ترقی پسند اور طالب فوز و فلاح انسان کے لیے ناگزیر ہے۔ کہ وہ سب سے پہلے اپنے مقصد زندگی کو متعین کر لے۔ اس کے بعد اپنے مقصد میں کامیابی و سرخروئی حاصل کرنے کے لئے اس طریق کار کو متعین کرے۔ جو اپنے مقصد کے شایان شان اور مناسب و موزوں ہو۔ اور اس کے مطابق پوری پوری جدوجہد کرنے لگے۔ تو کامیابی یقینی ہے۔ اگر ان دونوں سے کسی ایک میں بھی خامی اور نقص ہو۔ تو اس سے مترتب ہونے والا نتیجہ بھی ان کمزوریوں کا حامل ہوگا۔ بلکہ بعض دفعہ بیکار اور مہمل ثابت ہوگا۔

خشت اول چوں نہد معمار کج ۔ تا ثریا می رود دیوار کج

جب ہمیں اس قدر معلوم ہو گیا کہ کسی جماعت کی کامیابی اور حقیقی ترقی کا دارومدار ان دو بنیادی اصولوں پر ہے۔ تو بہی خواہان اسلام کا یہ اخلاقی اور مذہبی فرض ہو جاتا ہے کہ احیائے کتاب و سنت اور تجدید مذہب و ملت کے سلسلہ میں نہایت احتیاط سے کام لیں۔ اچھی طرح غور و خوض کریں۔ کہ یہ مہم کس طرح سر کی جا سکتی ہے۔ اس اہم مقصد کے لئے

ہمیں خود سرچشمہ شریعت کبریٰ سے ہدایت طلب کرنی چاہئے۔ اور اسی سے حل طلب کرنا چاہیئے کیونکہ قرآن عزیز ہمارے تمام سوالات کا صحیح صحیح حل پیش کرنے والی بولتی کتاب ہے۔ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اس کی خصوصیت ہے۔ اور اس کی ہدایت باسعادت کے مطابق اپنے مقصد زندگی کے حصول میں پوری پوری جدوجہد کرنی چاہیئے۔

کتاب وسنت اور سیر الانبیاء کی روشنی میں دیکھا جائے۔ تو یہ امر ہم پر واضح ہو جاتا ہے کہ مذہب اسلام بھی ان دو بنیادی اصولوں پر قائم ہے۔ چنانچہ وہ بھی اپنے پیروؤں اور فرمانبرداروں کے سامنے یہی دو بنیادی اصول پیش کرتا ہے۔ کہ اگر وہ اپنے بلند بانگ دعوے میں سچے ہوں۔ تو انہیں چاہیے کہ ان پر پوری طرح کاربند ہوں۔ اور اپنے نصب العین کے مطابق پوری پوری طرح عمل درآمد کریں۔ تاکہ یہ خود بھی فائز المرام ہو جائیں۔ اور طالبین ہدایت کے سامنے ایک بہتر نمونہ اور عملی مظاہرہ پیش کر کے انہیں بھی استفادہ کا زریں موقع بہم پہنچا سکیں اس طرح یہ بھی اپنے تبلیغی فرائض سے سبکدوش ہو سکتے ہیں۔ اور منکرین پر اتمام حجت بھی ہو جاتی ہے۔

فوز و فلاح کے دو ضامن کتاب وسنت اور سرچشمہ وحی و نبوت میں غور و تفحص کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جمیع کامیابیوں اور تمام ترقیوں اور دارین کی فوز و فلاح کے حاصل کرنے کے لئے بس یہی دو بنیادی اصول ہیں۔ باقی جس قدر امور ہیں۔ وہ سب انہیں سے متفرع ہوئے ہیں۔ اوّلاً صحت نیت ثانیاً صحت عمل۔

جن کو اسلام کی مقدس اصطلاح میں ایمان باللہ اور عمل صالح کے جامع الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

صحت نیت صحت نیت سے مراد یہ ہے کہ ہم جو کچھ کریں۔ اللہ فی اللہ کریں۔ ہر کام میں ہمارا مقصد خدا کی خوشنودی ہو۔ اور اسی کی رضا جوئی ہمارا بہترین وظیفہ حیات ہو۔ چنانچہ سیدنا عمرؓ سے مروی ہے۔ کہ

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لامری مانوی فمن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ھجرتہ الی الدنیا یصیبھا وامراۃ یتزوجھا فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ۔

خلاصہ مطلب: "عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اعمال کے نتائج نیتوں پر موقوف ہیں۔ ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق ثمرہ ملیگا۔ پس جس شخص نے اللہ و رسول کیلئے ہجرت کی ہو۔ اس کی ہجرت اللہ و رسول کیلئے ہوگی۔ جس شخص نے دنیا کے حاصل کرنے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی غرض سے ہجرت کی ہو تو اس کی ہجرت اسی مقصد کیلئے سمجھی جائے گی"

اس حدیث کو سنتے ہی صحت نیت کی حقیقی قدر و قیمت کا ایک واضح تصور ہمارے ذہن میں آجاتا ہے۔ چنانچہ امام ابو محمد اسمٰعیل البخاریؒ اپنی شہرہ آفاق اور نادر الوجود جامع صحیح میں سب سے پہلے اس حدیث کو جو لائے ہیں۔ تو اس کا اصل مقصد یہی ہے کہ علم دین حاصل کرنے والوں کی ذہنی اصلاح کر دیجائے۔ اور انہیں

اولین موقع میں یہ باور کرا دیا جائے کہ اسلامی خدمات خالصۃً لوجہ اللہ ہونی چاہئیں۔ کتاب وسنت کا علم حاصل کرنے کا مقصد نہ تو نوکری وملازمت ہے۔ نہ کسی عہدۂ جلیلہ پر فائز ہو جانا۔ اور نہ ہی شہرت وناموری ہے۔ بلکہ خدائے ذوالجلال کی معرفت حاصل کرنی اور خدا ورسول کی اطاعت کا صحیح طریق سیکھنا اور جاننا ہے۔ کیونکہ جب کوئی شخص اپنے آپ کو خدا کے سامنے اطاعت وانقیاد کیلئے پیش کر دیتا ہے۔ تو لازماً اس کے لئے یہ ناگزیر ہو جاتا ہے۔ کہ اپنے تن من دھن اور سب کچھ اسی کی خوشنودی کیلئے وقف کر دے۔ ورنہ لفظ مسلمان مہمل اور بے معنی ہو کر رہ جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جب خدائے ذوالجلال نے سیدنا ابراہیمؑ سے کہا۔ کہ تو اپنے آپ کو میرے سامنے جھکا دے تو حضرت ابراہیم نے کہا۔ کہ میں نے اپنے آپ کو تیرے آگے جھکا دیا۔

إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (البقرہ)

(ترجمہ) یاد کیجئے جب اس سے کہا اس کے رب نے کہ حکمبرداری کر۔ تو بولا۔ کہ میں حکمبردار ہوں سارے عالم کے پروردگار کا۔

رضائے الٰہی اس موقعہ پر جامع ترمذیؒ میں سیدنا ابوہریرہؓ والی وہ روایت پیش نظر رہنی چاہئے جس کو روایت کرتے ہوئے آپ پر غشی طاری ہو جاتی تھی۔ کہ اللہ قیامت میں علماء سے پوچھے گا۔ کہ تم نے علم پڑھ کر کیا کیا۔ اور وہ جواب دیں گے کہ ہم نے تبلیغ واشاعت کے فرائض انجام دئیے ہیں۔ اس پر خدا ارشاد فرمائے گا کہ تم نے علم اس لئے پڑھا تھا کہ تم کو عالم کہا جائے۔ اور تمھاری مزدوری شہرت کی شکل میں تمھیں مل چکی۔ اور تم کو عالم کہا جا چکا۔ اب یہاں تمھارے لئے

کچھ نہیں ہے۔ اللہ اللہ! قیامت جیسے ہولناک دن میں ان بندگان نفس کا کیا حال ہوگا۔ جنہوں نے نفس امارہ کی اطاعت میں اپنی زندگیاں ختم کر دیں۔ اور خدا کی رضا جوئی و خوشنودی کو اپنا مقصد زندگی قرار نہیں دیا تھا۔ اسے ہمیں چاہیئے کہ اس سے عبرت لیں اور صبح و شام کو بیکار اور لایعنی امور میں خرچ نہ کریں وقت نہایت تیزی سے نکل رہا ہے۔ اور خاکدان عالم کا ذرہ ذرہ اقتربت الساعۃ کی صدا لگا رہا ہے ؎

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے ۔ عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

جب کسی شخص کا مقصد اور منتہائے آرزو خدا کی خوشنودی حاصل کرنی ہے۔ تو اس کا اپنی جمیع خواہشات اور نفسانیتوں سے دست بردار ہو جانا ایک بدیہی اور ضروری امر ہے جس میں کچھ اخفا نہیں۔ اور جس کے لئے کسی دلیل و برہان کی اور حجت و ثبوت کی حاجت نہیں۔ چنانچہ قرآن عزیز میں حضرت انبیاء علیہم السلام کے تذکرہ میں اس اہم واقعہ کی طرف بار بار توجہ دلائی گئی ہے۔ کہ پیغمبروں نے اپنی اپنی امتوں سے ہمیشہ یہی فرمایا۔ کہ تبلیغی خدمات کے عوض ہم تم سے کچھ صلہ اور بدلہ نہیں چاہتے۔ بلکہ ہم کو اپنے رب سے بہترین صلہ ملنے والا ہے۔ اور تبلیغ و اشاعت تو ہمارا اپنا فریضہ ہے جس کو ہم پورا کرتے ہیں۔

مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(ترجمہ) تبلیغی خدمت کے عوض ہم آپ سے کچھ نہیں چاہتے۔ بلکہ اللہ رب العلمین ہم کو اجر دے گا۔

بندگان خالص حضرت حق جل مجدہ نے اپنے اُن نیک نہاد اور برگزیدہ بندوں کے اوصاف حمیدہ کی توضیح فرمائی ہے جنہوں نے خدا کی خوشنودی کیلئے خدا کے ہاتھ سب کچھ بیچ ڈالا۔ چنانچہ فرمایا کہ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ

(ترجمہ) بعض لوگ ایسے ہیں جو اپنے نفس کو اللہ کی مرضی کے لئے اللہ کے حضور بیچ ڈالتے ہیں۔"

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝

(ترجمہ) جدا رہتی ہیں ان کی کروٹیں سونے کی جگہ سے پکارتے ہیں اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ۔ اور ہمارا دیا ہوا خرچ کرتے ہیں۔"

یعنی میٹھی نیند اور نرم و گرم بستروں کو چھوڑ کر اللہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور تہجد کی نماز پڑھتے ہیں۔

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا

(ترجمہ) ہم جو تم کو کھلاتے ہیں۔ یہ خالص اللہ کی خوشنودی کے لئے ہے۔ ہم تم سے بدلہ اور شکر گذاری نہیں چاہتے۔"

یعنی خدا کی دی ہوئی نعمتوں کو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ ریاکاری وغیرہ کیلئے نہیں۔ بلکہ صرف خدا کی رضا جوئی کے لئے سیدنا حضرت عمر رضی اللہ بزرگ و برتر کی بارگاہ عالی میں نہایت خشوع و خضوع

یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ کہ

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ عَمَلِیْ کُلَّهٗ صَالِحاً وَاجْعَلْهُ لِوَجْهِكَ خَالِصاً وَلَا تَجْعَلْ لِاَحَدٍ فِیْهِ شَیْئاً ۔

(ترجمہ) اے اللہ میرے تمام عمل کو صالح بنا دے اور اس کو میرے لیے خالص کر دے اور نہ بنا اس میں دوسرے کیلئے کوئی حصہ !!!

ریاکاری سے اجتناب صحابہ کرامؓ ریاکاری سے بہت ڈرتے تھے۔ اور ہر وقت خدا کی خوشنودی میں لگے رہتے تھے چنانچہ جب سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے سیدنا بلالؓ کو ان کے مالک سے خرید کر آزاد کیا۔ تو بعض مخالفین نے آپ پر آوازے کسے تھے کہ شاید ابوبکرؓ پر اس سے قبل کچھ احسان کیا گیا ہو۔ جس کے عوض میں آپ نے بلالؓ کو آزاد کیا ہے تو خدا نے اس خیال کی تردید کر دی۔ اور بتایا کہ انھوں نے مرضیٔ مولیٰ کی خاطر یہ سب کچھ کیا ہے۔ چونکہ خدائے برتر کی شان ہے کہ کسی اجر کو وہ ضائع نہیں کرتا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ۔ اور خدا کے پاس تقویٰ و طہارت ہی معیار شرف و عزت ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ ۔ لہٰذا اس نے سیدنا ابوبکرؓ کی اس تقویٰ شعاری اور خلوص اور خدا کی خوشنودی کے لئے انفاق فی سبیل اللہ میں پیش پیش رہنے کی تصدیق فرمائی۔ چنانچہ ذیل کی آیتیں ملاحظہ ہوں۔

وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی ۙ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰی ۚ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓی ۙ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی ۚ

(ترجمہ) اور بچا دیں گے اس سے (دوزخ) بڑے ڈرنے والے کو جو دیتا ہے

ہاں اپنا دل پاک کرنے کو اور نہیں کسی کا اُس پر احسان جس کا وہ بدلہ دے مگر اپنے رب کی مرضی چاہنے کے لئے۔ جو سب سے بزرگ و برتر ہے۔ اور آگے وہ راضی ہوگا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ سیدنا حنظلہؓ روتے ہوئے سیدنا ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے۔ انھوں نے جواباً عرض کیا۔ کہ حنظلہؓ منافق ہوگیا۔ آپ نے تعجب سے کہا۔ وہ کیسے۔ انھوں نے عرض کیا۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں ہم حاضر رہتے ہیں۔ اور انذار و تبشیر کے مواعظ حسنہ سنتے ہیں۔ تو ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ گویا جنت و دوزخ ہمارے سامنے رکھ دی گئی ہے۔ لیکن جب گھروں میں پہنچتے ہیں۔ تو اہل و عیال اور دنیا کے دھندوں میں لگ جاتے ہیں۔ تو کیا یہ منافقت نہیں ہے؟ اتنا سننا تھا۔ کہ حضرت ابوبکرؓ کا دل دہل جاتا ہے۔ کلیجہ پارہ پارہ ہوجاتا ہے۔ آپ کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اور اس قدر روتے ہیں۔ کہ ڈاڑھی تر ہوجاتی ہے۔ آخر دونوں متفقہ فیصلہ کے ساتھ حضورؐ کی بارگاہ عالی میں حاضر ہوتے ہیں۔ کہ حضورؐ سے تشفی بخش جواب حاصل کریں۔ جب حضورؐ نے انہیں تسلی دی۔ اور فرمایا کہ یہ منافقت نہیں ہے۔ بلکہ مختلف اوقات میں مختلف امور پورے کئے جاتے ہیں۔ انسان پہ کبھی رقّت قلبی اور روحانیت کا غلبہ ہوتا ہے۔ اور کبھی دنیوی ضروریات پوری کرنے کی طرف متوجہ ہونا پڑتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو تو فرشتے تمہارے بستروں اور آرام گاہوں میں پہنچ کر تم سے مصافحہ کرنے لگیں۔ ولصافحتکم الملائکۃ فی مضاجعکم۔

اگر درویش بر حالے بماندے ٭ سر دستت از دو عالم بر فشاندے

اس حدیث سے ہمیں صحابہؓ کی بے لاگ اور خلوص بھری پاکیزہ زندگیوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ کہ انھوں نے ہر حالت میں آخرت کو مقدم رکھا تھا۔ اور وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى کی اہمیت ہمیشہ ان کا مطمحِ نظر تھی۔

ان مختصر تفصیلات سے اسلام کا صحیح معیارِ عمل اور اس کے صحیح مقصدِ اقصیٰ کا واضح تصور ہمارے سامنے آجاتا ہے کہ ایک مسلمان کا مقصدِ زندگی صرف رضائے الٰہی پر خوش رہنا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ باقی جسقدر امور ہیں۔ وہ اس اعلیٰ وارفع مقصد کے حصول کے مبادی اور وسائل و اسباب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

صحّت عمل کے بنیادی اُمور دوسرا اہم اور بنیادی اصول صحتِ عمل ہے صحتِ عمل سے مراد یہ ہے کہ ہم جو کچھ کریں۔ اس کی اصل سیرت مبارکہ سے ماخوذ ہو یعنی اگر کوئی شخص اس دنیا میں حق و صداقت کا خواہاں ہو۔ تو اُس کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ یہ انمول اور گرانمایہ موتی اور یہ عدیم النظیر نعمتِ عظمیٰ صرف حضرات انبیاء کی سیرتوں ہی سے دستیاب ہو سکتی ہے۔ اور سرچشمۂ وحی و نبوت کے سواد ادیمِ سما کے نیچے کہیں حق و صداقت کا سراغ نہیں مل سکتا۔ لہٰذا طالبِ حق و یقین کا فرضِ اوّلین یہ ہے۔ کہ انبیاء کی سیرتوں میں اپنا طریق کار تلاش کرے۔ جن کا جامع اور مکمل اسوۂ حسنہ سیدنا حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ مبارکہ ہے۔

ع۔ نامِ احمدؐ نامِ جملہ انبیاء است۔

اور صحابۂ کرام کی بے لوث اور مقدس طرزِ زندگی ہم مسلمانوں کے لیے مشعلِ ہدایت ہے جنہوں نے براہِ راست مشکوٰۃ نبوت سے استفاضہ کیا۔ اور روشنی حاصل کی۔ اور

آقائے نامدار نے اپنی مبارک کوششوں سے ان کی تربیت فرمائی۔ روحانیت و ملکوتیت کے اس مقدس ترین اور بے نظیر بارگاہ وحی و نبوت سے ہٹ کر کوئی شخص کبھی فائز المرام اور بہرہ ور نہیں ہو سکتا۔

اتباع رسولؐ | چنانچہ فرمایا کہ۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ اے حبیب فرما دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو۔ تو تم میری اتباع کرو۔ اللہ تمھارے ساتھ محبت کریگا۔ ایک دوسری جگہ فرمایا۔ کہ وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے تحقیق اللہ کی اطاعت کی۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ اور جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی۔ پس بے شک اس نے بڑی کامیابی پائی۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ جو شخص معاملات کا فیصلہ قرآن کی رو سے نہیں کرتا۔ اُسے اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔ اور وہ کفار کے زمرے میں شامل ہے۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ اے انسان اسلامی احکام کی جگہ کسی دوسری تعلیم کو تلاش کرے گا۔ تو یقین کرو۔ کہ اس کی تلاش کبھی مقبول نہ ہوگی۔ اور اس کے تمام کاموں کا آخری نتیجہ ناکامی و نامرادی ہوگا۔

مَنْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَاهْتَدٰى وَمَنْ عَصَى اللّٰهَ

وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ وَغَوٰى ٥ جس نے اللہ و رسول کی اطاعت کی پس اُس نے رشد و ہدایت پا لیا۔ اور جس نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی تو بیشک وہ گمراہ ہوا۔ اور تباہ ہو گیا۔

سیرۃ انبیاء | قرآن عزیز میں خصوصیت کیساتھ سیدنا ابراہیمؑ اور ان کے فرمانبردار رفقائے کار اور سیدنا حضرت محمدؐ رسول اللہ صلعم کی بے مثال سیرتوں کا ذکر کیا گیا اور بتایا گیا کہ ان سیرتوں میں انسانوں کیلئے اسوۂ حسنہ اور نمونۂ عمل ہے چنانچہ بتایا گیا۔ کہ

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْ اِبْرٰهِيْمَ وَمَنْ مَعَهٗ ٥ تمہارے لئے بہتر نمونۂ عمل ہے۔ ابراہیم اور اس کے ساتھیوں میں " دوسری جگہ فرمایا کہ

وَلَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ٥ اور تمہارے لئے اللہ کے رسول میں عمدہ نمونۂ عمل موجود ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ٥

البتہ تمہارے لئے بہترین نمونۂ عمل ہے ان میں (ابراہیم اور آپ کے صحابہ) اس شخص کیلئے جو امید رکھتا ہے اللہ کی اور یوم آخرۃ کی اور جو روگردانی کرے تو اللہ بے پرواہ اور سب تعریفوں والا ہے۔

چونکہ حضرت ابراہیمؑ ابوالانبیاء اور بانی ملت اور موحد اعظم ہیں۔ اور اس توحید کبریٰ کی تکمیل سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے ہوئی

اس لئے ان میں بہترین راہ ہدایت واضح طور پر نظر آئے گی۔
جو چاہے ان مبارک سیرتوں میں غور کرکے دیکھ لے کہ ان میں انسان کے ہر شعبۂ زندگی کی بہترین راہنمائی بلا کم و کاست پائی جائے گی۔
حضور پر نور نے صحابہ کی مبارک شان میں اپنی زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ:-
اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عُدُوْل۔ میرے تمام صحابہ سراپا عدل۔ اور ایک جگہ فرمایا کہ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ۔ میرے صحابہ (راہبری کرنے میں) ستاروں کے مشابہ ہیں۔ جس کسی کی بھی تم اقتدا کرو گے۔ رشد و ہدایت سے فیضیاب ہو جاؤ گے۔"
اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء اور صحابہ کی سیرتوں میں ہمارے لئے صحیح لائحہ عمل موجود ہے۔ اور ہمیں ہر کام میں اسی شاہراہ مستقیم پہ گامزن اور قائم رہنا چاہیئے جو واحد ذریعہ نجات ہے چنانچہ صحابہ اور سلف صالحین سے مروی ہے کہ آیت لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (تاکہ امتحان کرے تمہارا کہ از روئے عمل تم میں سے کون اچھا ہے) کا مطلب یہ ہے کہ اخلصہ و اصوبہ یعنی عمل صالح اور صواب ہو۔ پھر خالص اور صواب کی توضیح یوں بتائی گئی ہے۔
اذا کان العمل خالصًا و لم یکن صوابًا لم یقبل و اذا کان صوابًا و لم یکن خالصًا لم یقبل حتی یکون خالصًا و صوابًا و الخالص ان یکون للّٰہ و الصواب ان یکون علی السنۃ۔ یعنی اگر عمل خالص ہو۔ اور صواب

تو وہ قبول نہ کیا جائیگا۔ اور اگر عمل صواب ہو۔ اور خالص نہ ہو تو وہ بھی قبول نہ کیا جائیگا بلکہ جو عمل خالص اور صواب دونوں ہو۔ وہ قبول کیا جائیگا۔ خالص سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کی خوشنودی اور رضا جوئی کے لئے کیا گیا ہو۔ اور صواب یہ ہے کہ وہ کام سنت کے مطابق ہو۔

تمام مفسرین کرام بیک آواز یہی فرماتے ہیں کہ جب تک خدا کی خوشنودی کیلئے کوئی کام نہ کیا جائے۔ اور جب تک وہ کام سنت سے ماخوذ نہ ہو کبھی وہ خدا کے یہاں مقبول نہیں ہو سکتا۔ اور ہمیں ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے کہ ہم ان دو زرین اصولوں پہ کہاں تک کاربند ہیں۔ (حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا)

جب ہم ان دو زرین اور بنیادی اصولوں پر کاربند ہو جائیں اور خدا کی خوشنودی کو "مقصد حیات" قرار دیکر اس کے حصول کے صحیح طریق کار "یعنی اسوہ حسنہ" کو ہم اپنا شعار بنالیں تو کوئی وجہ نہیں کہ سلف صالحین کی طرح ہم کو فتح و نصرت اور کامیابی حاصل نہ ہو فطرت کا قانون اٹل ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰہِ تَبْدِیْلاً

گندم از گندم بروید جو ز جو ❊ از مکافات عمل غافل مشو

عقیدے کی پہچان | آج کے دن وہی جماعت صحیح معنوں میں فائز المرام ہو سکتی ہے جس کے افراد اپنے عقیدے کے سچے اور دھن کے پکے ہوں۔ اور تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ کا پورا پورا نمونہ اور مظاہرہ پیش کریں۔ اور یہ یاد رہے کہ کسی شخص یا جماعت کا صحیح عقیدہ وہی ہے جس کو وہ عملاً پیش کرے اور صرف زبانی دعویٰ کرنے والوں اور عمل سے جی چرانے والو

کی بابت قرآن عزیز اس طرح اعلان کرتا ہے کہ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ. كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ ایمان والو! کیوں کہتے ہو زبان سے جو خود نہیں کرتے بڑی بیزاری کی بات ہے اللہ کے نزدیک کہ کہو وہ چیز جو خود نہ کرو۔"

اس کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ انسان اپنے اس سچے عقیدے کی تبلیغ میں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کرے اور اپنی اس عزیز ترین چیز کے لئے اپنی متاع حیات تک کی بازی لگا دینی چاہئے۔ ورنہ وہ اپنے عقیدے کا پکا نہیں بلکہ مارِ آستین سمجھا جائے گا۔
إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ (صف)
(ترجمہ) بیشک اللہ پسند کرتا ہے اُن لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قطار باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ دیوار ہیں سیسہ پلائی ہوئی۔"

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:۔
لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۝ ہرگز نہ حاصل کر سکو گے نیکی میں مرتبہ کمال۔ جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیزوں میں سے کچھ۔"

واقعہ بھی یہی ہے کہ ابتدائے آفرینش سے لیکر آج تک کوئی جماعت اپنے مقاصد میں اسوقت تک کامیاب نہیں ہوئی۔ جب تک اس نے یہ طے نہیں کر لیا کہ ہم کو کیا کرنا چاہئے۔ اور کس طرح کرنا چاہئے۔

جب ان دو بنیادی اصولوں کو اپنا نصب العین قرار دیا گیا۔ اور اپنے

مقصد کے حصول کیلئے جانی و مالی قربانیاں شروع کر دی گئیں۔ تو بالآخر اُسے فتح و نصرت نصیب ہوئی اس کے بعد سیدنا موسیٰ اور سیدنا عیسیٰ کے تذکرے بطور نمونے کے پیش کئے گئے۔ اور بتایا گیا کہ ان پر کس طرح مصائب کے پہاڑ توڑے گئے۔ مگر انھوں نے کبھی جادہ مستقیم سے ذرہ بھر جنبش نہ کی اور عزم و استقلال کے پیکر بنکر رہے۔ اسی طرح ایمانداروں کو جہاد فی سبیل اللہ کی تعلیم اس طرح دی گئی اور فرمایا۔ کہ:-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (صف)

(ترجمہ) اے ایمان والو! میں بتاؤں تم کو ایسی سوداگری جو بچائے تم کو دردناک عذاب سے۔ ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسول پر اور لڑو اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور اپنی جان سے بہتر ہے یہ تمھارے لئے اگر تم جانتے ہو۔

جہاد کی تعلیم دینے کے بعد اس کے فائدے بتائے گئے کہ جہاد کے ذریعہ گناہ معاف کئے جائیں گے اور جنت دیجائیگی۔ اور دنیا میں فتح و نصرت سے مومنوں کو نوازا جائے گا۔ جیسا کہ فرمایا کہ:-

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

(ترجمہ) بخشے گا وہ تمہارے گناہ اور داخل کریگا تم کو باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ اور پاکیزہ گھروں میں باغوں کے اندر یہ بڑی کامیابی ہے اور ایک چیز دیگا جس کو تم چاہتے ہو مدد اللہ کی طرف سے اور فتح جلدی اور خوشخبری دیجئے ایمان والوں کو۔"

مسلمانوں کو اس طرح خدا نے اطمینان دلایا۔ اور تسلی دی کہ اشاعت دین و تبلیغ اسلام کے سلسلے میں انہیں خدا پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ وہ ضرور انہیں فتح و نصرت دیگا۔ اور غیبی طور پر ان کی امداد فرمائیگا۔ اور یہ یقین کرایا گیا کہ جب کوئی جماعت اللہ کی انصار بن جاتی ہے تو اللہ بھی اس جماعت کا ہو جاتا ہے۔ اور اس کا ناصر و مددگار بن جاتا ہے۔ فرمایا کہ:۔

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ۔ اگر تم نے خدا کی مدد کی تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم بنا دے گا۔"

وعدۂ الٰہی | مسلمانوں کو یہ مژدۂ جانفزا اور حوصلہ افزا خوشخبری دی گئی کہ جب تم دین ہدیٰ کو ساری دنیا میں پھیلانے اور کل ادیان پر غالب کرنے کے لئے جد و جہد کروگے تو اس کا ثمرہ تمہیں نہ صرف آخرۃ میں بلکہ دنیا و آخرت دونوں جگہ ملنے والا ہے۔ آخرت میں جنت الفردوس اور رویت الٰہی سے سرفراز ہو جاؤ گے۔ اور یہ سب سے بڑی اور حقیقی کامیابی ہے۔ اور دنیا میں تمہیں خلافت ارضی کا گراں بہا انعام دیا جائیگا۔ تاکہ دین کے احکام کو تم دنیا میں جاری کر سکو۔ اور خود بھی اسلامی حکومت کی سازگار

تھا ہیں اسلامی زندگی گذار سکو۔ اور تم ساری دنیا پر چھا جاؤ گے چنانچہ فرمایا کہ

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۔ اور ہم نے لکھ دیا زبور میں نصیحت کے بعد کہ آخر زمین کے مالک ہوں گے میرے نیک بندے۔"

ایک دوسری جگہ فرمایا کہ:-

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (آل عمران)

اور سست نہ ہو۔ اور غم نہ کھاؤ۔ اور تم ہی غالب ہو گے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

ایک اور جگہ تفصیلاً فرمایا کہ:-

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي وَلَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۝

(ترجمہ) تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے۔ اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ان کو یقیناً زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو بنا چکا ہے۔ اور ضرور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند کر لیا ہے مضبوطی کے ساتھ قائم کرے گا۔ اور یقیناً حالت خوف کو امن سے بدل دیگا پس وہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا ۔ لیا جائیگا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا (اقبال)

اس آیت میں خلافت ارضی حاصل کرنے کے شرائط اور اس کا مقصد واضح طور پہ بتایا جا چکا ہے۔ اور آخر میں اس بات کو بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ خلافت ارضی حاصل ہونے کے بعد دوسرے بادشاہوں کی طرح عیش و عشرت اور جاہ طلبی میں نہ لگ جائیں بلکہ ایک مومن کی شان ہی ہے کہ حصول خلافت ارضی کے بعد تمام معاملات میں اسلامی ہدایت کے مطابق چلے کیونکہ خدا نے ہمیں اس لئے خلافت ارضی سے نوازا کہ اس کے بغیر پوری زندگی اسلام کے مطابق نہیں بنائی جاسکتی اسلام کی پوری اطاعت اور اس کے تمام احکام کی پوری اور کامل فرمانبرداری کیلئے حکومت اسلامی کی سازگار فضا کی ازبس ضرورت ہے۔ جب یہ ذریعہ نصیب ہو چکا تو مسلمانوں کو چاہئے کہ موقعہ کو غنیمت سمجھیں۔ اور اس میں وہ کام کریں جس کے لئے ہزارہا قسم کی قربانیوں کے بعد ہم نے خلافت ارضی حاصل کی۔ یعنی اللہ کی عبادت کیجائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

کیونکہ ماسوی اللہ کی اطاعت سے منہ پھیر لینے اور صرف ایک خدا کی پوری پوری اطاعت و بندگی کا التزام کر لینا ہی توحید ہے۔ اور خلاصۂ اسلام ہے۔

مسلمانوں کی موجودہ حالت ایک مومن کی یہ شان ہے کہ وہ دنیا پر اپنے اخلاق فاضلہ کا اثر ڈالتا ہے۔ کیونکہ اسلام نے اُسے یہی سکھلایا ہے کہ محفل گداز و گرمی محفل کن قبول ـــــ لیکن آج کل دیکھا جا رہا ہے۔ کہ عوام تو عوام بڑے بڑے مقتدا اور جید فضلائے کرام کی ایک کثیر تعداد کی حالت یہ ہے۔ کہ اسلامی نقطۂ نظر سے ان کا طرز زندگی ناگفتہ بہ ہے۔ اور یہ

کتاب و سنت اور مشکوٰۃ نبوت سے براہ راست اضافہ کرنے اور روشنی حاصل کرنے کی بجائے مختلف قسم کی عجیب و غریب خوش اعتقادیوں کی رنگا رنگ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ رسم و رواج۔ برادری۔ تہذیب۔ خاندان وغیرہ کی پاسداری اور رعایت میں خود کھوئے جا رہے ہیں۔ گونا گوں سیادتوں مضحکہ خیز اور فتنہ پرور اقتداروں۔ نفسانی خواہشوں اور وقتی مصلحتوں کے اسیر بنے ہوئے ہیں۔ اور کتاب و سنت سے دانستہ یا نادانستہ طور پر کوسوں دور جا پڑے ہیں۔ مگر یہ رنگ رلیاں ان کی آنکھوں میں کچھ اسقدر بسی ہوئی ہیں کہ انہیں اپنی متاع گمشدہ کی طرف بھولے سے کبھی توجہ نہیں ہوتی اور یہ مرض عرب و عجم میں کچھ اسطرح پھیلا ہوا ہے کہ آج شاید اس سے زیادہ عالمگیر کوئی دوسری چیز نظر نہیں آتی۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ۔

خام خیالی اس پر طرفہ یہ کہ یہ حضرات قائدین عموماً اپنے ان کارناموں پر قانع ہیں بلکہ خوش ہیں۔ اور یہی سمجھتے چلے آ رہے ہیں کہ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ سراب کو آب حیات تصور کئے ہوئے ہیں۔ اور ان کی یہ خوش مذاقی یقیناً قابل داد ہے۔ سعدیؒ نے شاید اس موقعہ کے لئے ہی کہا ہو ؎

ہر آنکہ تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت
دماغ بیہودہ پخت و خیال باطل بست

آج بہت سی جماعتیں اور انجمنیں ایسی ہیں جو صرف من گھڑت خیالات اور خوش اعتقادیوں کی آگ کو ہوا دے رہی ہیں۔ اور سمجھتی رہی ہیں کہ ہم بنی نوع انسان

کی صحیح خدمت ادا کی۔ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ۔ مگر قرآن مجید کا ایک ایک لفظ احادیث کا ایک ایک فقرہ چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ پر کوئی خدمت نہ کی جائے۔ وہ نہ خدا اور رسول کے ہاں مقبول ہے۔ اور نہ صحیح معنوں میں اسلامی خدمت ہے ؎

پندار سعدی کہ راہ صفا ٭ تواں رفت جز بر پئے مصطفٰے

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ٭ کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ؎

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

موصوف کا ایک فارسی شعر ملاحظہ ہو ؎

ہر کہ عشق مصطفٰے سامان اوست ٭ بحر و بر در گوشۂ دامان اوست

لہٰذا ایک سچے مسلمان کا وظیفہ وہی ہونا چاہئے جو کہ انبیاء کی سیرتوں سے ماخوذ ہوتا ہے۔ ورنہ شرک کا ارتکاب قطعی طور پر ہو کر رہے گا۔ کیونکہ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ زمین سے تا بہ ثریا تمام لات و منات۔ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ۝

شرک سب برائیوں کی جڑ ہے | خدا کی بندگی اور غلامی اختیار کر لینے کے بعد کسی دوسرے کی غلامی قولاً یا عملاً جائز رکھنا توحید کے سراسر منافی ہے۔

توحید کے مقابل اس کا دوسرا رخ شرک کے سوا کچھ نہیں۔ یا تو موحد بن سکتا ہے۔ یا اگر توحید کو نعوذ باللہ ہاتھ سے دیدے تو اس کا شرک میں مبتلا ہو جانا لازمی ہے شرک سے بدتر دنیا میں کوئی دوسرا ظلم اور کوئی خبیث ترین گناہ نہیں ہے۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ۔ یہاں تک کہ حضور نے فرمایا کہ قیامت میں میری شفاعت سے صرف ان لوگوں کو نجات حاصل ہو گی جنہوں نے شرک کا ارتکاب نہ کیا ہو۔ اس حدیث کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ دونوں بزرگوں نے کچھ اختصار و تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ ہم اس حدیث کو مشکوٰۃ شریف کے کتاب الدعوات سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:-

مشرک کو شفاعت نصیب نہ ہو گی | عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ سَيِّدُنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ وَاِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِاُمَّتِي اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَهِيَ نَائِلَةٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مَنْ مَاتَ مِنْ اُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَلِلْبُخَارِيِّ اَقْصَرُ مِنْهُ۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا حضور نے کہ ہر ایک نبی کو ایک ایسی دعا مرحمت کی گئی جو جناب باری میں مستجاب ہو گی۔ پس ہر ایک نبیؑ نے اس دعا کے مانگنے میں جلدی کی۔ اور میں نے اس دعا کو اپنی امت کی شفاعت کیلئے رکھ چھوڑا ہے۔ پس وہ دعا میری امت کے ان افراد کو جنت میں داخل کرے گی جنہوں نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرایا ہو۔ اس کو امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔ اور امام بخاریؒ نے کچھ اختصار سے روایت کیا ہے۔"

لقمان کی نصیحت | خدا تعالیٰ نے حضرت لقمانؑ کی ان نصیحتوں کو جو انہوں نے اپنے فرزند دلبند کو کی تھیں ۔ قرآن عزیز میں بیان فرمایا ہے ۔ تاکہ ان سے نیک بندے ہدایت حاصل کریں ۔ ان ہدایتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شرک سے احتراز کیا جائے کیونکہ شرک ظلم عظیم ہے ۔ وہ آیت یہ ہے :۔

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے سے اس کو نصیحت کرتے ہوئے ۔ اے بیٹے اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھیرا ۔ بیشک شرک بڑا ظلم ہے ۔"

ماں باپ کے لئے بھی شرک روا نہیں | یہاں تک کہ والدین کی یہ خواہش ہو کہ اپنا بچہ شرک کرے تو بھی وہ ہرگز شرک کا ارتکاب نہیں کر سکتا حالانکہ ماں باپ کے اپنے اولاد پر بے مثال احسانات ہیں ۔ مگر خدا کے سامنے ماں باپ کی بھی کچھ حقیقت نہیں رہ جاتی ۔ اور ان ماں باپ کو اپنی اولاد کا سرپرست بنانے والا بھی وہی رب العٰلمین ہے چنانچہ والدین کے احسانات کا ذکر کرنے کے بعد خدا نے قرآن عزیز میں ارشاد فرمایا کہ تم کو اگر تمھارے ماں باپ شرک کی تعلیم دیں ۔ تو ہرگز ان کی بات نہ مانی جائے ۔ سورۂ لقمان میں ارشاد ہے :۔

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۝ اگر تیرے والدین اس بات کی کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ شرک کرے جس کا تجھے علم نہیں تو تو ان دونوں کی فرمانبرداری نہ کر ۔"

اسلام توحید ہے شرک کفر ہے | قرآن پاک میں احقاق حق اور ابطال باطل کی

پوری پوری تعلیم دی گئی ہے۔ اور ان سب کا خلاصہ یہی ہے کہ انسانوں کو توحید پہ قائم کیا جائے۔ اور شرک سے بچایا جائے۔ بلکہ قرآن عزیز کے نزول کا اصل مقصد یہی ہے کہ شرک کا قلع قمع کر دیا جائے۔ اور توحید کا سبق دیا جائے۔ اور یہ مقصد قرآن پاک کے ایک ایک جملے اور ایک ایک فقرے میں نمایاں طور پر نظر آئے گا۔ مختلف پیرایۂ بیان میں خدا نے ہمیں صرف یہی تعلیم دی ہے۔ تذکیر بایام اللہ و تذکیر بآلاء اللہ اور ذکر حشر و نشر مواعظ و قصص انذار و تبشیر و ذکر حیات بعد الممات مکافات عمل کے اصول و فروع کی تفصیل۔ تشریعی احکام تکوینی قوانین اور جزا و سزا کے اسباب وجوہ کا ذکر غرضیکہ عجیب عجیب اسالیب بیان سے انسانوں کو توحید کا درس دیا گیا۔ اور شرک سے بچنے کی تعلیم دی گئی یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث کی کل عبارتیں اسی ایک حسن لم یزل کی طرف اشارہ کرتی نظر آ رہی ہیں۔ گو تنوع مضامین کے لحاظ سے مختلف پیرایہ ہائے بیان اختیار کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ ایک ادیب لبیب ہر وقت مقتضائے حال کو ملحوظ رکھتا ہے۔ (فلنعم ما قیل) ؎

عباداتنا شتی وحسنک واحد

وکل الی ذات الجمال یشیر

راہ حق میں مصائب کا مقابلہ لقمان حکیم کی حکمت ضرب المثل ہے۔ اسی حکمت ہی کا تقاضا تھا کہ انھوں نے اطاعت الٰہی میں اپنی زندگی صرف کر دی۔ اور اپنے لخت جگر کو بھی یہی تعلیم دی کہ وہ اطاعت الٰہی کو اپنا شعار بنائے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو اپنا وظیفہ حیات قرار دے۔ نیز تبلیغی سلسلہ میں جو مصائب و نوائب پیش آئیں۔ ان کا مردانہ وار مقابلہ کرتا رہے۔ خدائے قدوس نے اس واقعہ کا ذکر لقمان کی زبانی اس طرح فرمایا ہے۔ کہ

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○ اے بیٹے قائم رکھ نماز اور سکھلا نیک بات اور منع کر برائی سے اور برداشت کر جو تجھ کو پیش آئے بیشک یہ ہمت کے کام ہیں"

اس سے ثابت ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اہم امور ہیں۔ اس مہم کو سر کرنے کے لیئے شیر دل بہادروں اور اولوالعزم جوانمردوں کی ضرورت ہے۔ انہیں اس پرخطر اور کٹھن راہ میں دشواریاں پیش آئیں گی۔ دل کڑا کر کے ان مصائب و مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرنا ہوگا۔ کیونکہ یہ سب اللہ کی طرف سے امتحانات ہیں۔ اور ابتلاء ہے تاکہ مخلصوں اور گندم نما جو فروشوں کے درمیان امتیاز ہو جائے۔ خود اللہ پاک کا ارشاد ہے۔

وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ○ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْہُمْ مُّصِیْبَۃٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ○ اُولٰٓئِکَ عَلَیْہِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّہِمْ وَرَحْمَۃٌ ۟ وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُہْتَدُوْنَ ○ اور البتہ ہم آزمائیں گے تم کو تھوڑے سے ڈر سے

اور بھوک سے اور نقصان سے مالوں کے اور جانوں کے اور میووں کے اور خوشخبری دیجئے ان صبر کرنیوالوں کو کہ جب پہنچے ان کو کچھ مصیبت تو کہیں ہم تو اللہ ہی کا مال ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں پر عنایتیں ہیں اپنے رب کی اور مہربانی اور وہی ہیں سیدھی راہ پر۔"

اقامت توحید | اس کے بعد صفا مروہ کے شعائر اللہ ہونے کا ذکر کیا گیا جس سے ابوالانبیاء سیدنا ابراہیمؑ اور حضورؐ کے جد اعلیٰ سیدنا اسمٰعیلؑ کی مبارک و مقدس زندگیوں کا پورا پورا نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کہ انہوں نے خدا کی خوشنودی کیلئے خدا کی راہ میں اپنا سب کچھ لٹا دیا اور خدا نے ان کا ہر طرح امتحان لیا۔ اور یہ ہر امتحان میں ہر طرح کامیاب رہے۔ اسقدر جانی و مالی قربانیوں کے بعد خدائے لم یزل نے انہیں ابدی سعادت عنایت فرمائی۔ اور انھیں سارے جہان کا امام بنایا۔ اور آج تمام بنی نوع انسان کا دعویٰ ہے کہ ہم ملت ابراہیمی پہ قائم ہیں۔ اور فخر و مباہات کے ساتھ ابراہیمی ملت پہ ناز کرتے ہیں وَاِذِ ابْتَلٰى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ میں اس عظیم الشان تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

گو امام الناس سیدنا ابراہیمؑ نے تین برگزیدہ ہستیوں کو اپنی قبر کی جانشینی کا منصب مرحمت فرمایا تھا۔ ان قائدین ثلاثہ میں سے سیدنا اسمٰعیلؑ کو سرزمین عرب کے سب سے زیادہ اہم اور مقدس مقام کہ مکرمہ میں خلیفہ مقرر کیا گیا۔ اور سیدنا اسحٰقؑ کو مقام شام و فلسطین میں اپنا جانشین مقرر کیا گیا۔ اور سیدنا لوط و حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے

مقام سدوم میں اپنا نائب قرار دیا لیکن سیدنا اسمٰعیلؑ علو مرتبت کے لحاظ سے سب پر فوقیت رکھتے ہیں۔ چونکہ جس امامت کبریٰ کی ابتدا حضرت ابراہیمؑ سے ہوئی۔ اس کی تکمیل اسی اسماعیلی سلسلہ میں ہوئی تھی۔ آخر کار امام الاولین والآخرین سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کبریٰ کو درجۂ کمال تک پہنچا دیا۔ اور امامت کبریٰ کی لمبرک خلعت آپ ہی کے جسم اطہر پر راست آئی۔ خدا نے آپ پر تمام نعمتیں ختم کر دیں اور دین اسلام کی تکمیل آپ کے مبارک عہد میں ہو گئی۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔

امامت و قیادت کی چار شرطیں | اس امامت کبریٰ کے عہدۂ جلیلہ کو سنبھالنے کیلئے ایمان اور عمل صالح کیساتھ ساتھ تبلیغ واشاعت کا فریضہ ادا کرنا ہوگا۔ اور اس وقت قدم قدم پر جو حوادث پیش آئیں گے ان کو ہمت و استقلال کیساتھ برداشت کرنا پڑے گا۔ تواصی بالحق کے ساتھ ساتھ تواصی بالصبر نہایت ضروری اور لازمی ہے ارشاد باری ہے۔

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ قسم ہے زمانہ کی (زمانہ گواہ ہے) بیشک انسان خسارہ میں ہے۔ مگر جو لوگ کہ ایمان لائے اور نیک کام کئے اور آپس میں سچے دین کی تاکید کرتے رہے۔ اور آپس میں تحمل کی تلقین کرتے رہے۔

ایک صالح جماعت کی ضرورت | سلف صالحین ائمہ مجتہدین اور حضرات

محدثین کے تذکرے دیکھئے اور صحابۂ کرام کی سیرتوں کا مطالعہ کریئے اس امر کا بخوبی اندازہ لگ جاتا ہے۔ کہ اقامت دین کے لئے انھوں نے کیسی کیسی قربانیاں کی تھیں۔ آج بھی صرف انفرادی طور پر نہیں۔ بلکہ اجتماعی طریقہ پر ایک ایسی زبردست جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے کہ موجودہ سیاسی کشمکش کے زمانے میں ہم اپنا فریضۂ جہاد بحسن و خوبی انجام دے سکیں۔ طاغوتی سامراجی نظام کو الٹ دینا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اور یہ کام ایک دو شخص انفرادی طور پر انجام نہیں دے سکتے۔ بلکہ ایک مستقل جماعتی جدوجہد کی سخت ضرورت ہے۔ آج بھی ابراہیمؑ و نمرود اور حسینؓ و یزید کی امتیں بر سر پیکار ہیں آج بھی دنیا خیر و شر کا میدان کارزار ہے لہٰذا سنت ابراہیمی اور سنت حسینی کو زندہ کرنے کا والہانہ جذبہ رکھنے والے رضاکاروں اور مجاہدین کے لئے میدان خالی ہے لہٰذا خدا کا نام لے کر تجدید و احیائے دین کیلئے باطل کے مقابلہ میں صف آرا ہو جانا سچے مسلمانوں کا اولین فرض ہے۔ کیونکہ طاغوتی فوجوں اور باطل پرستوں نے ساری دنیا میں اودھم مچا رکھا ہے۔ لہٰذا آج سانحۂ دشت کربلا کی جگر خراش داستان غم و اندوہ میں ہمیں سرفروشی کا بہترین درس ملیگا۔ ہمارے سامنے ہزاروں بزرگان دین کے عملی نمونے موجود ہیں۔ کہ انھوں نے اقامت دین اور احیائے کتاب و سنت و تجدید مذہب و ملت کے سلسلہ میں ایسی بے نظیر اور عدیم المثال عملی نظیریں قائم کیں کہ جن کو دیکھکر بڑے بڑے ہوشمند بھی دم بخود رہجاتے ہیں۔ ائمہ دین نے ہمیشہ اسلام کی صحیح خدمات انجام دیں۔ اور آج بھی ان بزرگ و برتر ہستیوں کا نام احترام سے لیا جاتا ہے۔ اور ان کا سکہ ساری دنیا میں رواں ہے۔

اس طرح انہیں ابدی حیاتِ طیبہ بھی نصیب ہوئی۔ اور دنیا میں شہرتِ دوام
کے بھی مالک بنے۔

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

یہی وجہ ہے کہ شہدائے کرام کو زندہ جاوید کہا گیا۔ کیونکہ انھوں نے اپنے
خون سے مذہب و ملت کی آبیاری کی۔ شہدائے ملت کی شان میں اللہ کا ارشاد ہے۔
وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ
وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ اور نہ کہو۔ ان کو جو مارے گئے خدا کی راہ میں
کہ مُردے ہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں"

کشمکش خیر و شر اور ائمہ کبار۔ سیدنا امام ابوحنیفہؒ نے اپنے زمانہ کی دو زبردست
حکومتوں کا آخر دم تک ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور اموی و عباسی حکومتوں نے تنگ آکر
آپ کو ہر قسم کی تکلیف پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ تاہم وہ جادۂ
مستقیم پر نہایت اولو العزمی کے ساتھ قائم رہے۔ اور انھیں کوئی طاقت اپنی
جگہ سے ہٹا نہ سکی۔ آج مسلمانوں کا کثیر گروہ ان کے فقہی اصول پر عمل کر رہا ہے۔
سیدنا امام شافعیؒ کو جاہلوں نے "اضر من ابلیس" تک کہدیا۔ اور علمائے عراق و
مصر نے ان پر جھوٹی تہمتیں لگائیں۔ ان کے ساتھ بدسلوکی کی۔ بے حرمتی روا رکھی
اور انہیں قید کر کے یمن سے دارالسلام پہنچایا گیا۔ اور ان کی گالیوں اور لاتوں سے
ضیافت کی گئی۔ سیدنا امام مالکؒ جیسے جلیل القدر محدث اعظم کے ساتھ جس سنگدلی کا

اور بے رحمی کا سلوک کیا گیا اس حجت کیا مصیبت کا حال سنکر ہی انسان کا زہرہ آب ہو جاتا ہے۔ کہ کئی سال تک آپ جمعہ وجماعت کے لئے باہر تشریف نہ لاسکے۔ اور انہیں ایسی ذلت اور سختی کے ساتھ قید کیا گیا۔ کہ اس واقعہ کے سننے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اور بدن میں رعشہ پڑ جاتا ہے۔ اسقدر بیدردی سے ان کی مشکیں کسی گئیں کہ ان کا ہاتھ بازو سے اکھڑ گیا۔ پھر اونٹ پر سوار کئے گئے۔ پھر ان سے اس مسئلہ کی صحت کا اقرار لینے کی نامراد کوشش کی گئی۔ کہ جس کو وہ اپنے اجتہاد کے تحت غلط تصور کرتے تھے۔ آخرکار امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اونٹ پر سوار ہوکر بہانگ دہل اعلان کیا کہ جو لوگ مجھے جانتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ جو نہیں جانتے وہ جان لیں۔ کہ میں مالک انس کا بیٹا ہوں۔ اور صاف کہتا ہوں کہ "طلاق المکرہ لیس بشیٔ" یعنی طلاق مکرہ کوئی چیز نہیں اور اس کے لئے کتاب وسنت میں کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔ اس پر انہیں ستر کوڑے مارے گئے۔ اور پھر قید کئے گئے۔

سیدنا امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ اٹھائیس ماہ تک قید وبند میں رہے۔ اور بھاری بھاری زنجیروں سے ان کے پاؤں بوجھل کر دئے گئے تھے۔ مجلسوں اور محفلوں میں ان کو طمانچے مارے جاتے تھے۔ اور چہرۂ مبارک پر نعوذ باللہ تھوکا جاتا تھا۔ اور ہر روز شام کے وقت آپ کو قید خانے سے باہر لایا جاتا اور تازہ دم جلاد آپ کے کوڑے مارتے تھے۔ مگر آپ اپنے ضمیر کی آواز کے خلاف اللہ کے کلام کو مخلوق کہنے پر آمادہ نہ ہوئے۔

فقیہ الامت امام المحدثین سیدنا امام بخاری وطن سے خانماں برباد نکالے گئے۔

سیدنا امام نسائیؒ مسجد میں شہید کیے گئے۔ بایزید بسطامیؒ کو جلا وطن کرنے کی سزا مقرر ہوئی۔ ذوالنون مصریؒ کو نہایت ناگفتہ بہ حالت میں اپنے وطن سے بغداد بھیجا گیا۔ اور علمائے شرار الناس نے اُن پر کفر کا فتویٰ جاری کیا اور انہیں زندیق تک کہا گیا۔ امام بن حسن رازیؒ کو وطنِ رَے سے نکالا گیا۔ حضرت سہیل بن عبد اللہؒ کو مرتد کہا گیا۔ حضرت ابو عثمان مغربیؒ بے وطن اور خانمان برباد کیے گئے۔ حضرت جنید بغدادیؒ پر تکفیر کی گئی۔ اور اُن کے وعظ بند کیے گئے۔ محمد بن فضل بلخیؒ جیسے جلیل القدر شخصیت کے ساتھ ذلت آمیز اور بےجا برتاؤ کیا گیا۔ اور اُن کی گلی کوچوں میں تذلیل کی گئی اور بری طرح تشہیر کی گئی۔ حضرت شبلیؒ پر کفر کا فتویٰ صادر کیا گیا اُن کے پاس جانا کفر بتایا گیا۔ امام ابو بکر نابلسی کی کھال کھینچی گئی۔ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ پر کتاب تلبیس ابلیس لکھی گئی۔ شیخ ابوالحسن شاذلیؒ مغرب سے مصر بھیجے گئے۔ اور انہیں زندیق بتایا گیا۔ شیخ عزالدین بن عبد السلامؒ کو کافر اور مرتد ٹھیرایا گیا۔ امام ابن تیمیہؒ حافظ ابن قیمؒ اور حافظ ابن حجرؒ کو جاہل لوگوں نے بے دین ٹھیرایا۔ امام الموحدین کبریت احمر اکبر شیخ الطائفہ سیدنا محی الدین ابن عربیؒ کی بابت یہاں تک کہا گیا۔ کہ "کفرہ اشد من کفر الیہود والنصاریٰ" یعنی اس کا کفر یہود و نصاریٰ کے کفر سے سخت ہے۔ پھر اُن کے لئے یہ فتویٰ جاری کیا گیا۔ کہ "من لم یکفر طائفۃ ابن عربی کان لم یکفر الیہود والنصاریٰ ومن شک فی کفرہ ومن ہو مثلہ فہو کافر ومن شک فی کفرہ فہو کافر"

شیخ ابوالحسن اشعریؒ کو ملحد و زندیق اور کافر بتایا گیا۔ حجۃ الاسلام حضرت

امام غزالیؒ کو کافر ٹھیرایا گیا۔ اور ان کی تالیفات و تصانیف کو جلا دینا ثواب سمجھا گیا اور ان پر لعنت بھیجنا وقت کا بہترین مشغلہ اور خدمتِ دین سمجھا گیا۔ شیخ احمد فاروقی نقشبندی پر تکفیر کی گئی۔ مصر کے شہرۂ آفاق مفسر امام محمد عبدہ پر طرح طرح کے الزامات لگائے گئے۔ امام سید جمال الدین افغانی پر آوازے کسے گئے۔ عبدالوہاب نجدی کو کیا کچھ نہیں کہا گیا۔ یہاں تک کہ سیاسی سازشوں کے ذریعہ دنیا بھر میں ان کو بدنام کیا گیا۔ سیدنا عمرؓ بن عبدالعزیز کو دو ڈھائی سال کی خلافت کے بعد زہر کا پیالہ دیا گیا۔ سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ کے واقعات سے ساری دنیا واقف ہے۔ اور آج بھی امت محمدیہ ان کیلئے خون کے آنسو بہاتی ہے۔ سیدنا امام زین العابدینؒ کی بابت کہا گیا کہ بت پرستوں کی سی باتیں سناتے ہیں۔ سیدنا حضرت علیؓ کو خوارج نے کافر تک کہہ دیا۔

حضرات انبیاء نے اپنے معاصر دشمنوں سے ہر طرح کی مصیبتیں سہیں حضرت یحییٰ قتل کیے گئے۔ سیدنا زکریا آرے سے چیرے گئے۔ سیدنا ابراہیمؑ آتش نمرود کے نذر کیے گئے۔ سیدنا عیسیٰؑ کو سولی کے تختہ پر چڑھانے کی نامراد کوشش کی گئی۔ سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ، سیدنا عثمانؓ۔ سیدنا علیؓ و دیگر صحابہ صحابیات کے طوفانوں اور حوادث کی آندھیوں میں گھرے ہوئے تھے۔ سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لوگوں نے جن مصائب کو روا رکھا۔ ان کی تفصیلات احاطۂ قلم سے باہر اور رو روشن سے زیادہ ظاہر ہیں۔ یہاں تک کہ حضورؐ کے دندان مبارک بھی شہید کیے گئے۔ الغرض اعلائے کلمۃ الحق کے مجاہدوں نے یہ سب کچھ سہا۔ مگر

اعدائے دین کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور انہیں نیچا دکھایا۔ اور دنیا کے سامنے نمونہ عمل پیش کیا فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۔

راحت کے مقابلہ میں تکلیف کو ترجیح ۔ ان اللہ والوں نے کس لئے یہ تکلیفیں اٹھائیں۔ اور آخرت کیلئے دنیا کے عیش و آرام کو ترک کیا۔ اور رنج و غم اور مصائب آلام کو بطیب خاطر پسند کیا۔ اس لئے کہ وہ اچھی طرح حتمی طور پر جانتے تھے۔ کہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے اور آخرت کے مقابلہ میں کچھ نہیں۔ اور دنیا میں تکلیف و آرام دونوں طرح کٹ سکتی ہے مگر آخرت کی منزل نہایت کٹھن اور ... گداز ہے۔ اس قیامت کے ہولناک دن منکرین کہیں گے کہ کاش ہم تالائق رہبروں کی بات نہ مانتے۔ فرمایا کہ :-

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ۝ يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ۗ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا

(ترجمہ) اور جس دن کاٹ کاٹ کھائے گا گنہگار اپنے ہاتھوں کو کہیگا اے کاش کہ میں پکڑتا ہوتا رسول کے ساتھ راستہ اے خرابی میری۔ کاش کہ نہ پکڑا ہوتا میں نے فلاں کو دوست۔ اس نے تو بہکا دیا۔ مجھ کو نصیحت سے مجھ تک پہنچ چکنے کے بعد اور ہے شیطان آدمی کو وقت پر دغا دینے والا "

دنیا کی زندگی آخرت کے سامنے کچھ نہیں ہے۔ چنانچہ فرمایا :-

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَن لَّمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ

بَيْنَهُمْ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ
(ترجمہ) اور جس دن جمع کریگا ان کو گویا وہ نہ رہے تھے۔ مگر ایک گھڑی دن ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔ بیشک خسارے میں پڑے جنھوں نے جھٹلایا اللہ سے ملنے کو اور نہ آئے وہ راہ پر۔"

دوسری جگہ فرمایا:۔

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ہ ایسا معلوم ہوگا ان کو جس دن دیکھیں گے قیامت کو نہیں ٹھیرے تھے دنیا میں۔ مگر ایک شام یا صبح اس کی"

استاد ذوق کا مشہور شعر ہے ؎

ہو عمر خضر بھی تو کہیں گے وہ وقت مرگ
ہم کیا رہے یہاں ابھی آئے ابھی چلے

آخرت میں یا تو ہمیشہ کی راحت و خوشی ہے یا ہمیشہ کی دردناک مصیبت و عذاب کیونکہ وہاں دو ہی مقام ہیں۔ یا تو جنت ہے۔ یا دوزخ "فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر" خدا کا فرمان ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ والوں کا گروہ ہمیشہ دنیا کو آخرت کے مقابلہ میں ہیچ سمجھا۔ اور خدا کی فرمانبرداری میں انہوں نے زندگی گزار دی۔ چونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ "الدنیا مزرعۃ الآخرۃ" یہاں ہم جو بوئیں گے۔ اس کا پھل ہمیں آخرت میں ضرور ملنے والا ہے۔ اس ذمہ داری کے احساس نے اتقیاء و اصفیاء کو اس بات پر مجبور کر دیا۔ کہ وہ ہمیشہ "وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ" کو اپنا نصب العین

قرار دیں۔ چونکہ دنیا کی تکلیف اور دنیا کا آرام دونوں چند روزہ ہے۔

اس "یوم الدین" میں انسان کو اسکا نیک عمل ہی کام آئیگا۔ "ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم" کا اس دن نظارہ ہوگا۔ اور خدا اپنے بندوں کی ایک ایک حرکت پر دارو گیر کرے گا۔ اور عدالت کی یہ شان ہوگی۔ کہ "فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ٗ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ ٗ"

خلافت کبریٰ کی ضرورت۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ جب تک کسی جماعت کے ہاتھوں میں قوت و اقتدار و حکومت کی لگام نہ ہو۔ اس وقت تک اجتماعی طور پر وہ جماعت اپنے نصب العین کی پوری حفاظت نہیں کرسکتی۔ ایک سوشلسٹ کے لئے ایسی حکومت درکار ہے جو سوشلزم پر قائم ہوئی ہو۔ ورنہ وہ اپنی زندگی کو اشتراکیت کے اصول پر نہیں گزار سکتا اس طرح اسلام کا فرمانبردار اس وقت تک اپنی پوری زندگی کو خالص اسلامی زندگی بنانے میں ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ وہ اسلامی اور خالص اسلامی حکومت میں سکونت پذیر نہ ہو اس لئے اسلامی زندگی کی نشو و نما اور ترقی کیلئے خالص اسلامی حکومت یعنی خلافت کبریٰ کے قیام و استحکام کی ازبس ضرورت ہے جو مسلسل جد و جہد سے دنیا میں خالص حکومت اسلامی کو قائم کرسکے۔

منافقین بھی نماز روزے کے بظاہر پابند نظر آتے تھے۔ لیکن معاملات میں جب کبھی انہیں مصلحت نظر آتی تو دربار نبوت میں تصفیہ کیلئے حاضر ہوتے۔ اور جب ان کو یقین ہوجاتا۔ کہ اپنے دنیوی مقصد میں اس اسلامی دربار میں کامیابی

نہیں ہوگی۔ تو وہ یہودی علماء کے پاس اپنا مقدمہ دائر کرتے۔ اس لئے ان کو منافق کہا گیا۔ اور ان کے لیے "اِنّ المنافقین فی الدرک الاسفل من النار" کا حکم سنا دیا گیا۔ کیونکہ "من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون"۔ اسلام کا بنیادی اصول تھا۔ جس سے منہ پھیر لینے کے بعد ایک شخص کی دائرہ اسلام میں کوئی جگہ باقی نہیں رہجاتی۔ فاولئک ھم الخسرون۔

ایک شبہ کا ازالہ بعض دفعہ شیطان نیک دل انسانوں کو بھی بہکانے کی سعی کوشش کرتا ہے۔ کہ آج طاغوت کی حکومت دنیا پہ چھائی ہوئی ہے۔ اور وہی سیاہ و سفید کا مالک نظر آرہا ہے پس یہ کیونکہ ممکن ہے کہ خالص اسلامی حکومت قائم ہو سکے۔ مگر بات اصل یہ ہے کہ شیطان ہر وقت بُری سے بُری چیز کو بھی اچھی اور دلفریب شکل میں انسان کے سامنے پیش کرتا ہے جس کی وضاحت قرآن میں بار بار آئی ہے۔ اسی طرح شیطان کا یہ سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ کہ وہ پارسا اور متقی لوگوں کے سامنے صرف خانقاہوں کی راہبانہ زندگی کا جاذب نظر۔ دلفریب اور پر سکون منظر پیش کرتا ہے۔ اور کشمکش حیات سے دور رہنے کی تلقین ہر آن و ہر زمان کرتا رہتا ہے۔ بچارے اس سبز باغ کو دیکھکر مطمئن ہو جاتے ہیں اور تزکیہ نفس کے نام سے مختلف ریاضتوں اور نفس کشی و چلہ کشی میں گزار دیتے ہیں۔ جن کی اقسام میں کچھ بھی وقعت نہیں۔

سنت اللہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی سنتوں میں سے ایک سنت یہ بھی ہے کہ اللہ دنیا کے نظام کو بہر حال چلانا چاہتا ہے۔ اگر دنیا میں لائق اور نیک نہاد

لوگ حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لینے کے لئے تیار نہ ہوں۔ تو وہ ظالموں
کے ہاتھ نظام عالم کی لگام دے دیتا ہے۔ کیونکہ بہرحال دنیا کا نظام چلنا ہے
اور نظام عالم کو برقرار رکھنے کیلئے ایسے موقعہ پر اس کے سوا کوئی چارہ نہیں لیکن
جب دنیا میں نیک نہاد ربانی گروہ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوتا ہے اور اہل حق
لگاتار جدوجہد کر کے اہل باطل کے مقابلہ میں جہاد و اجتہاد اور مکارم اخلاق
کی قوتوں میں گوئے سبقت لے جاتے ہیں تو فطرت کا یہ اٹل قانون ہے کہ خودبخود
زمام حکومت اہل باطل سے چھن کر اہل حق کے ہاتھوں میں آجاتی ہے اور اس میں
ذرہ بھر شک و گمان کی گنجائش نہیں۔ خدا کا ارشاد ہے "ومن جاہدوا فینا لنہدینہم
سبلنا"۔ اور جب تک ہم نے ایک دفعہ اس نسخہ کو استعمال کر کے نہ دیکھ لیا کہ آیا یہ
مفید ہے یا مضر۔ یہ کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ ہم خواہ مخواہ اس نسخہ پر نقد و تبصرہ
کرنے لگیں۔ خدا کا ارشاد ہے۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا
مَا بِأَنفُسِهِمْ بیشک اللہ کسی قوم کی حالت اسوقت تک نہیں بدلتا جب تک
وہ اپنے آپ کو نہ بدلیں۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہم اپنی حالت پر نظر ڈالیں
اور اپنی ذمہ داری اور خودشناسی کا حق ادا کریں۔ مبدا فیض سے ہمیں توقع
سے زیادہ ملیگا۔

اصلاحی انقلاب کیلئے لازمی شرط | جب دنیا میں فتنہ و فساد اور ظلم و
استبداد کا چاروں طرف بحران ہے۔ تو انسانوں کیلئے ایک مصلحین کا گروہ از بس
ضروری ہے لیکن وہی جماعت صحیح اصلاح کر سکتی ہے جو خود اصلاح یافتہ ہو اپنے

اِن نیک نہاد افراد کو یکجا کر کے اجتماعی طور پر بنی نوع انسان کی اصلاح کا بیڑا اُٹھایا جا سکتا ہے کیونکہ جو خود نہ بنے۔ دوسروں کو کیا بنائے گا۔ اور دنیا میں سلامتی اور امن وہی جماعت قائم کر سکتی ہے۔ جو خود ظلم و استبداد اور فتنہ و فساد سے پاک ہو۔

اصلاحی امور سے بے اعتنائی قومی خودکشی ہے۔ جن حضرات کا یہ خیال ہے کہ صرف نماز، روزے کی پابندی کافی ہے، ان کا یہ خیال حق بجانب نہیں ہے۔ ورنہ سیرت مبارکہ میں غزوات کے ایک نمایاں باب کی کیا تاویل کی جا سکتی ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ اگر حفظان صحت کا کوئی ناظم اپنے شہر والوں کی بہبودی کیلئے ان وسائل سے کام نہ لے جن کے ذریعہ لوگوں کی صحت و تندرستی قائم رہ سکتی ہے۔ تو ایک عام وبا کی زد میں خود اس کے آجانے کا بھی سخت خطرہ ہے۔ جس میں وہاں کے لوگوں کا حفظان صحت کے اصول کو نظرانداز کرنے سے گھر جانے کا امکان ہے۔ یہی حال معاملات دین کا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے:۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (انفال) اور جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔"

مومن کی شان صحابہؓ نے حضورؐ سے دریافت فرمایا کہ مسلمان کی زندگی کی کیا شان ہے آپؐ نے فرمایا کہ ایک مسلمان یا تو جہاد فی سبیل اللہ میں رہیگا یا جہاد

اسباب و سامان اور آلات و ہتھیار تیار کرتا رہے گا۔ گویا مسلمان کچھ دیر کیلئے سکوت اختیار کرتا بھی ہے تو اس میں ایک بڑی مصلحت ہوتی ہے یعنی وہ تازہ دم ہو کر پھر اُبھرنا چاہتا ہے اور تقاضائے وقت کے لحاظ سے بے حس و حرکت نظر آتا ہے ؎

خموشی حجتِ ناطق بود جویائے گوہر را
کہ از غوّاص در دریا نفس بیروں نمی آید

پہلے قول کو اس آیتِ کریمہ کی تفسیر سمجھی جاوے۔ کہ:۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ

ترجمہ: اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے اُن کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کیلئے جنّت ہے جو لڑتے ہیں، اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں۔

دوسرے قول کو اس آیت کی توضیح کہا جا سکتا ہے۔ فرمایا کہ:۔

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ (انفال) اور تیار کرو اُن کی لڑائی جو کچھ جمع کر سکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک پڑے۔ اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور دوسروں پر ان کے سوا۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیتہ، ہر شخص اپنی ماتحت اور زیر اثر رعایا کی نگہبانی کا ذمہ دار ہے اور ہر ایک بہرحال خدا کے سامنے جوابدہ ہے، اور جب ہم اپنی ذمہ داری کا احساس کریں گے، تو اسلامی حکومت کی ضرورت بآسانی سمجھ میں آجائیگی۔ کیونکہ انسان کے ہر شعبۂ زندگی کا ایک مکمل ضابطۂ عمل پیش کرتا ہے جس میں تزکیۂ نفس، تدبیر منزل، سیاست مدنی کے سب قوانین اور طریق کار موجود ہیں، جس طرح ایک شخص کو اپنے تزکیۂ نفس کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے اس طرح اپنی اولاد گھربار اور متعلقین کی اصلاح کا بیڑا اٹھانا بھی لازمی ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا ۝

(ترجمہ) اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔"

ایک دوسری جگہ فرمایا کہ:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝

(ترجمہ) اے ایمان والو! غافل نہ کر دے تم کو تمہارا مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے اگر ایسا کریں تو وہی خائب خاسر ہیں۔ (منافقون)

جہاد کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا گیا کہ :-

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ۝

(ترجمہ) اور تم کو کیا ہوا کہ نہیں لڑتے اللہ کی راہ میں اور ان کے واسطے جو مغلوب ہیں مرد اور عورتیں اور بچے جو کہتے ہیں، اے رب ہمارے نکال ہم کو اس بستی سے کہ ظالم ہیں یہاں کے لوگ اور عطا فرما ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حامی اور ہمارے واسطے اپنے پاس سے کوئی مددگار۔"

اہل حق اس وقت تک برابر جہاد کرتے رہیں گے جب تک کہ حق کا بول بالا نہ ہو گا۔ اور حق کا غلبہ حکومت الٰہیہ کی شکل میں ظاہر نہ ہو گا۔ چنانچہ یہ آیت اس بارے میں نص قطعی اور دلیل صریح ہے۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ ۝

(ترجمہ) اور لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے فساد اور ہو جائے حکم سب اللہ کا۔"

اسلام کا مقصد اسلامی تعلیمات میں یہ ایک ایسی واضح اور روشن حقیقت

جس سے فوراً سمجھ لیا آجاتا ہے کہ جس مقصد کے لئے دنیا میں اسلام آیا حکومت الٰہیہ کا اللہ کی زمین میں قیام ہی اسلام کا اوّلین مقصد اور بنیادی نظریہ ہے۔ صحابہ وسلف صالحین میں یہ حقیقت اسقدر متعارف تھی کہ اس سے زیادہ اجلی من البدیہات دوسری کوئی چیز نہ ہوگی۔ لیکن افسوس ہے کہ آج ہم ظلم و استبداد کی حکومتوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اس پہ طرفہ یہ کہ یزید اور اس کے موئدین پر تو سنی اور شیعہ حضرات لعن طعن کرتے ہیں حالانکہ آج کل کی حکومتوں سے وہ بدرجہا بہتر حکومت تھی، مگر یاد رہے کہ جس مقصد ارفع و اعلیٰ کے لئے جام شہادت نوش فرمایا وہ درحقیقت اَنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ کا اعلان کر دینا اور عملی نمونہ پیش کرنا تھا کہ انسان کو کبھی کسی کی غلامی میں گرفتار نہیں رہنا چاہئے بلکہ یہ آزاد پیدا ہوا ہے اور اپنی آزادی کے لئے ہمیشہ جہاد کرنا ہی اس کا فطری حق اور اس کا بہترین وظیفۂ حیات ہے۔

اسلام نے انسان کو وہ آزادی بخشی اور اخوت و مساوات کا وہ درس دیا کہ اسلام آج ساری دنیا میں اخوت و مساوات کیلئے ضرب المثل ہے۔ یہاں تک کہ انبیاء کی شان میں قرآن نے اعلان کیا کہ:-

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ

وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝ (آل عمران)

(ترجمہ) کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ دیوے اس کو کتاب اور حکمت اور بنائے پیغمبر پھر وہ کہے لوگوں کو کہ تم میرے بندے ہو جاؤ۔ اللہ کو چھوڑ کر، لیکن وہ تو یوں کہے گا کہ تم اللہ والے ہو جاؤ۔ جیسا کہ تم سکھاتے تھے کتاب اور جیسا کہ تم آپ خود بھی پڑھتے تھے اسے"

الغرض اسلام ساری دنیا پر غالب آنے کے لیے آیا۔ یہ کسی کے ماتحت غلامانہ زندگی ہرگز بسر نہیں کر سکتا۔ دنیا میں عدل و انصاف کا علمبردار صرف اسلام ہی ہے اور کفر کا یہ ہر طرح مقابلہ کرے گا۔ فرمایا کہ

هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (صف)

(ترجمہ) وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ تاکہ اس کو سارے دینوں پر غالب کر دے، چاہے شرک کرنے والے برا مانیں"

جب اسلام یہی چاہتا ہے کہ تمام ادیان و مذاہب پر غالب آجائے اور سارے جہان میں اپنا سکہ جاری کرے تو کیونکہ تسلیم کر لیا جا سکتا ہے کہ غیر اسلامی حکومتوں اور طاغوتی اقتدار کے تحت اسلام پھولے پھلے گا حالانکہ یہی خواہان اسلام کو اس کے سوا مفر ہی نہیں کہ وہ سارے جہان کو اپنا ملک تصور کر کے انتہائے عالم تک پھیل جائیں۔ ہر ملک بلکہ ملک ملت

کہ ملک خدا سے است۔

اگر ہم نے بیکار اور لایعنی امور میں حصہ لیا اور اپنی قوتوں کو ان میں صرف کیا تو اس کا نتیجہ بہتر نہ ہوگا کیونکہ خدا کا ارشاد ہے۔

عَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَعَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ۔

لہٰذا خیر و شر کی تمیز کرنے کے لئے صحیح معیار قرآن و حدیث کے سوا کچھ نہیں، ذیل کی آیت بہت زیادہ قابل توجہ ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ خود ساختہ عقائد، خیالات اور اعمال اللہ کے پاس ذرہ بھر وقعت نہیں رکھتے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا ۔

(ترجمہ) فرما دیجئے آپ کو ہم بتائیں تم کو کہ از روئے اعمال کون بہت نقصان میں ہیں، وہ لوگ جن کی کوشش بھٹکتی رہی دنیا کی زندگی میں اور وہ سمجھتے رہے کہ خوب بناتے ہیں کام وہی ہیں جو منکر ہوئے اپنے رب کی نشانیوں سے اور اس کے ملنے سے، سو برباد گیا ان کا کیا ہوا، اور مقرر نہ کریں گے

ہم اُن کے لئے قیامت کے دن کوئی وزن "

حضورؐ کا فرمان صداقت النبیام ہے کہ ان آیتوں پر غور کرنے سے میری اُمت بہت سی غلطیوں اور گمراہیوں سے بچ جائے گی" واقعی آج یہی ہے کہ بہت سے مسلمان کم فہمی اور خوش اعتقادی کی وجہ سے بہت ناکارہ اور بیہودہ اُمور کو نیکی اور ثواب سمجھ کر کرتے ہیں۔ مگر اس سے کچھ اچھا نتیجہ نہ ہوگا۔ لہٰذا ان آیتوں پر بار بار غور و خوض کریں اور دیکھیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے اور کس طرح کرنا چاہیے۔ فقط

تمت بالخیر

مطبوعات مکتبۂ نشأۃ ثانیہ

نمبر	نام کتاب	مصنف	قیمت
(۱)	تصریحات	محمد مظہر الدین صدیقی	عا ۴ر
(۲)	اسلام کا سیاسی نظریہ اور فلاح عالم	محمد اسحاق سندیلوی	۸ر
(۳)	نظام نو	محمد مظہر الدین صدیقی	۱۴ر
(۴)	مقاصد قرآن	سید صبغۃ اللہ بختیاری	۱۲ر
(۵)	تصویر	محمد اسحاق سندیلوی	۶ر
(۶)	تنقیدات فقہیہ	محمود فاروقی	۱۰ر
(۷)	کیا دین قائم ہے!	شمیم قادری	۴ر
(۸)	موجودہ مصائب اور ان کا علاج	قمر بہرامی	۹ر
(۹)	سچی باتیں	عبد القادر جبلپوری	۹ر
(۱۰)	اچھی باتیں	"	۸ر
(۱۱)	محمد بن عبد الوہاب	مسعود عالم ندوی	عا ۸ر
(۱۲)	اسلامی سیاست	نعیم صدیقی	عا ۴ر
(۱۳)	ذہنی زلزلے	"	عا ۴ر
(۱۴)	میرا نام ہے تعلیم	"	۶ر
(۱۵)	ملت کا اسلحہ خانہ (منظوم)	"	۵ر
(۱۶)	عورت کا اعتذارنیہ (منظوم)	نعیم صدیقی	۴ر
(۱۷)	ویرانۂ وادی میں پہلا قافلہ (منظوم)	"	۵ر
(۱۸)	اذان دعوت حق	" "	۴ر
(۱۹)	ابلیس کا روزنامچہ	"	۸ر

ملنے کا پتہ:- مکتبۂ نشأۃ ثانیہ معظم جاہی مارکٹ حیدرآباد دکن